سرزمین ابراہیم پور ضلع اعظم گڑھ سے شائع ہونے والا پہلا

دینی، علمی، ادبی واصلاحی رسالہ

دوماہی

افکار

جلد (۱) شمارہ (۲)

شعبان، رمضان ۱۴۴۴ھ ـــــــ مارچ، اپریل ۲۰۲۳ء

مدیر

حبیب الرحمٰن الاعظمی ابراہیم پوری

فاضل دارالعلوم دیوبند

مجلس ادارت

- مولانا مفتی محمد صادق صاحب قاسمی مبارکپوری
- مولانا مفتی شاکر عمیر صاحب معروفی قاسمی مظاہری
- مولانا مفتی وصی الرحمٰن صاحب قاسمی محمد آبادی
- مولانا مفتی لطیف الرحمٰن صاحب قاسمی جہاناگنجی
- مولانا عبدالعلیم صاحب قاسمی اعظمی
- مولانا شاہ عالم صاحب قاسمی ولید پوری

مجلس انتظامیہ

- ماسٹر قاری شمس الاسلام صاحب اعظمی
- قاری عبدالرحمٰن صاحب اعظمی
- جناب فیصل نعیم صاحب اعظمی
- مولانا نورالاسلام صاحب اعظمی
- قاری حنظلہ توحید صاحب اعظمی
- حافظ محمد اسحاق صاحب اعظمی

زیر اہتمام

انجمن اصلاح معاشرہ، ابراہیم پور، ضلع اعظم گڑھ (یوپی)

دوماہی ''افکار'' ابراہیم پور

جلد(۱) مارچ،اپریل۲۰۲۳ء شمارہ(۲)

زرتعاون:فی شمارہ =/25 سالانہ عمومی=/150 خصوصی=/500 اعزازی =/1000

آئینۂ افکار

(۱)	آئینۂ گفتار(اداریہ)	مدیر کے قلم سے....	۳
(۲)	نعت النبی ﷺ	علامہ سیفی الاعظمی	۴
(۳)	نورتوحید کا اتمام	مولانا عبدالعلیم قاسمی اعظمی	۵
(۴)	معاشرتی دباؤ کے برے اثرات	مفتی وصی الرحمٰن قاسمی محمد آبادی	۱۰
(۵)	یہ ایمان ہی تو ہے	مولانا شاکر عمیر معروفی قاسمی	۱۴
(۶)	کاروں اور بائکوں سے ہونے.....	مولانا اظہار الحق قاسمی بستوی	۱۵
(۷)	زندگی نام ہے آزمائش کا	مولانا ارشد جمال عمار قاسمی	۱۸
(۸)	فتنوں کا ظہور اور اہل ایمان.....	مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی	۲۰
(۹)	حبیب الاعظمی کی دو قابل قدر......	مولانا اسامہ ارشاد معروفی قاسمی	۲۱

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

رسالہ کے مستقل خریدار بننے کے لیے مدیر کے اس واٹساپ نمبر پر رابطہ کریں:
Mb- 8090707844

شائع کردہ

انجمن اصلاح معاشرہ، ابراہیم پور، ضلع اعظم گڑھ(یوپی)

اداریہ .....

آئینۂ گفتار

مدیر کے قلم سے.......

موجودہ ملکی و عالمی حالات پر نظر رکھنے والے امت کے باشعور افراد کے مستقبل سے متعلق جو اندازے اور تبصرے ہیں، اُن کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر امت مسلمہ کے بیدار مغز لوگ اِس وقت ذرا سی حقیقی توجہ اور اپنی آنے والی نسلوں کے ''مستقبل'' کو روشن کرنے کی کچھ درست کوشش کر لیں تو واقعی بڑی تبدیلی رونما ہو سکتی ہے، بس شرط یہ ہے کہ ہم منفی پروپیگنڈوں سے متاثر نہ ہوں۔

بہت پہلے کسی مفکر نے کہا تھا کہ ''یہ صدی اسلام کی ہے۔''

لیکن ظاہر ہے کہ صرف کہنے اور کرنے میں بڑا فرق ہے، اسلام کی عظمت و سربلندی اور ملت کے روشن مستقبل کے لیے ''انقلابی تدابیر'' اور موثر لائحۂ عمل ضروری ہیں، ورنہ محض ''تجاویز'' کی حد تک رہ کر کامیابی کا خواب خواب ہی ہے۔

اسلافِ امت کے نقوش پا پر چل کر ہی درست سمت میں سفر کیا جا سکتا ہے، اُن بزرگان ملت کے احسانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انھوں نے ہمارے لیے اور آنے والی نسلوں کے لیے بھی ''مستقبل کی صحیح راہیں'' متعین کر دی ہیں، اور راہ کی مشکلات و مسائل کا درست حل بھی پیش کر دیا ہے، بس ضرورت ہے کہ ہم فلاح و ہدایت اور نجات و ترقی کے اس راستے پر مضبوطی کے ساتھ چلتے رہیں، جس پر چلنے سے کبھی ماضی میں ہمیں عروج نصیب ہوا تھا، آخر کیا وجہ ہے کہ ہمیں وہ عروج میسر نہیں؟

اٹھیں! ہمت کریں اور عظمت و سربلندی کے اُسی راستے پر سفر شروع کر دیں، منزل کبھی تو ملے گی۔

حبیبؔ اعظمی

نعت النبی ﷺ

ازعلامہ سیفی الاعظمیؒ

جبیں پہ والقمر، النور روئے زیبا پر
نثار عرش کے جلوے ہیں میرے آقا ﷺ پر
طلوع صبح بہاراں لئے یہ کون آیا
گماں جو خلد کا ہونے لگا ہے صحرا پر
حضور ﷺ عرش کا پردہ اٹھا کے لوٹ آئے
کلیم کھاگئے غش جاکے طور سینا پر
رفیق اول وآخر مُلقّب از صدیق
پسِ حبیب ﷺ مکرم ہیں ساری دنیا پر
اداس قبلہ اول بھی اب ہے بہر اذاں
عمر کو بھیج دے یارب زمین اقصیٰ پر
بچالی عظمت قرب رسول، عثماں نے
گرا کے اپنا لہو ارض پاک طیبہ پر
علی علی تھے ولی ہوگئے نبی ﷺ کے طفیل
علی سے عشق سند ہے نجات عقبیٰ پر
وہ جس نے کنکریوں سے پڑھا دیا کلمہ
مسیح و خضر ہیں نازاں اسی مسیحا پر
جوسر پہ رکھنے کومل جائے نعل پاک حضور ﷺ
دماغ کیوں نہ ہو سیفؔی کا عرش اعلیٰ پر

ناقل: قاری حنظلہ توحید اعظمی

نورتوحید کا اتمام

مولانا عبدالعلیم بن عبدالعظیم الاعظمی

موجودہ ہندوستان کی صورتِ حال ہر عام وخاص پر ہویدا ہے، وہ ملک جہاں کبھی اسلام کی شعائیں پھیلتی اور پھوٹتی تھیں، جس سرزمین کو صوفیاء کرام اور علماء عظام نے اپنی کاوشوں کی جولان گاہ بنایا، طویل جدوجہد سے اسلام کے دائرہ کو اور مسلمانوں کی تعداد کو بڑھایا تھا، آج اسی ملک میں اسلام کا نام لینا، پیغمبر اسلام کے اخلاق وکردار، آپ کی روشن تعلیمات، انسانوں کی فلاح وکامرانی کے ضامن اعمال کو پیش کرنا جرم ہے، پیغمبر اسلام کا نام اور ان کے امن وآشتی کے پیغام کو آشکارہ، اور ان کے متعین کیے ہوئے خطوط پر چلنے والے آج سب سے زیادہ جمہوریت کے علمبردار ملک ''ہندوستان'' میں دیوار زنداں میں قید ہیں، جیل کی تاریکیوں میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں، یوں تو سرزمین ہندوستان میں مسلمانوں پر ظلم وستم اور ان کو دبانے کی داستان بہت لمبی ہے، آزادی ہند سے لیکر موجودہ ظالم حکومت کے دور اقتدار تک ہمیشہ مسلمانوں پر ظلم وستم ہوا ہے، کروڑوں مسلمانوں کی جان ومال فسادات کی نذر ہو چکی ہے، ہزاروں بہن بیٹیوں کی عزت وعصمت صرف اس لیے لوٹی گئی کہ ان پر مسلمان ہونے کا لیبل لگا تھا، لیکن موجودہ ظالم حکومت ہر ظلم وستم کی حدود کو کراس کر کے اس دائرہ میں داخل ہوگئی ہے جس کے بعد دستور خداوندی کے مطابق کوئی ڈھیل ڈھال نہیں ہے، جب ظلم انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو بقول شاعر:

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے
خون پھر خون ہے ٹپکے گا تو جم جائے گا

(ساحر لدھیانوی)

موجودہ ہندوستان میں جس طرح داعیان اسلام پر زمینِ ہند کو تنگ کیا جارہا ہے، انبیاء کے مشن میں روڑے اٹکائے جارہے ہیں، ان کو اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لیے کی جانے والی جدوجہد سے باز رکھا جارہا ہے، یقیناً یہ بات ہندوستان میں اسلام کی نشر واشاعت کے لیے ایک عظیم انقلاب اختیار کرے گی، اسلام کا بول بالا ہوگا، لوگ جوق درجوق اسلام کے دامنِ امن وآشتی میں پناہ لیں گے۔

یہ کہہ رہی ہے اشاروں میں گردش گردوں
کہ جلد ہم کوئی سخت انقلاب دیکھیں گے

آج اگر مسلمانوں پر محض اشاعت اسلام کی وجہ سے ظلم وستم کیا جارہا ہے، ان کو ہراساں کیا جارہا ہے، زنداں کی صعوبتوں کو جھیلنے پر مجبور کیا جاتا ہے، تو مسلمانوں کے لیے یہ امر کوئی باعث حیرت وتعجب نہیں ہے، نبی کریم ﷺ جو اس امت کے سب سے بڑے داعی تھے، آپ نے اپنی پوری زندگی اس کارخیر میں لگادی تھی، دن کی جدوجہد سے لیکر رات کی دعاوں میں دعوت غالب رہتی تھی، ایک ایک کافر کے پاس بار بار جاتے تھے، عکاظ ومجنہ کے بازاروں کا چکر کاٹا، قبائل قبائل پھرے، طائف کی وادیوں کی سیر کی، حج کے موقع پر دور دراز سے آئے ہوئے حجاج کے سامنے اسلام کے پیغام کو پیش کیا، اسلام کے مقصد حیات کو ہویدا کیا، تین سال مسلسل خفیہ دعوتیں دیں، لیکن آپ ﷺ کو بھی اس راہ میں مختلف مصائب سے گزرنا پڑا، شعب ابی طالب میں بے آب ودانہ نظر بندی کی صعوبتوں کو برداشت کرنا پڑا، کفار مکہ اور خود آپ کے خانوادہ نے آپ پر ظلم وستم کی انتہا کردی، آپ کو پاگل، مجنوں اور ساحر سے متعارف کرانے کی کوشش کی، تخت شاہی کا لالچ دلایا، حسین وجمیل دوشیزاوں کو پیش کیا، لیکن آپ نے ظلم وستم کو برداشت کر کے عیش وآرام کے ان تمام سامانوں کو ٹھکرادیا، اور کیوں نہیں ٹھکراتے؟ آپ کا مقصد انسانوں کی فلاح وکامرانی تھا، ان کو بہترین زندگی گزارنے کے لیے تیار کرنا آپ کا مشن تھا، اللہ کی وحدانیت کو عام کرنا لائحہ عمل تھا، لیکن ظلم وستم کے

بعد جب تاریکیوں کا سینہ چاق کر کے اسلام کا سورج طلوع ہوا تو ان کی شعاؤں سے پورا عرب منور ہو گیا، گھر گھر اسلام کے نام لیوا پائے جانے لگے اور وہ لوگ جو خود اسلام اور پیغمبر اسلام کے دشمن تھے، اس عظیم انقلاب کو دیکھ کر اسلام ان کے دل و دماغ میں بس گیا، اتنی کم مدت میں یہ عظیم انقلاب کیوں کر آیا؟ دنیا نے اس سے پہلے بھی دیکھا تھا اور بعد بھی دیکھا ہے کہ کسی انقلاب کے لیے کتنی جانوں کو ظلم و ستم کی بھینٹ چڑھانا پڑتا ہے، کتنی بے قصور عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کی زندگی کی رفتار کو ہمیشہ ہمیش کے لیے روکنا پڑتا ہے، لیکن آپ ﷺ کا یہ انقلاب آپ کے اعلی اخلاق و کردار اور قول و عمل کی بہترین ہم آہنگی کے نتیجہ میں آیا، جن لوگوں نے آپ کے عظیم کردار کو دیکھا وہ آپ کے گرویدہ ہو گئے، جن سے آپ کا سامنا ہوا، اسلام ان کے رگ و ریشے میں بس گیا، جس نے عفو و درگذر کا مشاہدہ کیا، وہ دامن اسلام میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا۔

قوموں پر عروج و زوال اور ترقی و تنزل ان کے اپنے اعمال و اسباب کی وجہ سے آتا ہے، بہترین قوم وہ ہے، جو اپنے ماضی سے سبق حاصل کر کے اپنے مستقبل کو حال سے بہتر بنائے، اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کی نشاندھی کر کے بہترین ''لائحہ عمل'' تیار کرے، اور اس کی کامیابی کے لئے سعی و جد و جہد کرے، جس کے لئے اگر اس کو ہواؤں کا رخ موڑنا پڑے، چٹانوں اور برق رفتار موجوں سے ٹکرانا پڑے، وقت کی ابتلاء و آزمائش سے گذرنا پڑے، زنداں کی تاریکیوں میں زندگی بسر کرنا پڑے، تو ان تمام عارضی مصیبتوں کو برداشت کر لے، لیکن اپنے ''مقصد'' اپنے ''مشن'' اور ''لائحہ عمل'' سے ایک بالشت بھی پیچھے نہ ہٹے، تو یقیناً ان کا مستقبل ان کے حال سے تابناک و روشن رہے گا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

أم حسبتم أن تدخلوا الجنة ولما يأتكم مثل الذين خلوا من قبلكم مستهم الباساء والضراء وزلزلوا حتى يقول الرسول والذين

آمنوا معه متى نصر الله ألا إن نصر الله قريب. (سورة البقرة، آیت: ۲۱۴)

''کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے، جب کہ تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں پر آ چکے ہیں، انہوں نے سخت مشکلات کا سامنا کیا، ان کو آزمائشوں نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا، حتی کہ رسول اور ان کے اصحاب شدت میں پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سنو! اللہ کی مدد قریب ہے۔''

تاریخ انسانی اس بات پر شاہد ہے کہ ''انقلاب'' لوگوں کی جدو جہد، سعی مسلسل، سخت مصائب سے دو چار ہوکر، وقت کے طوفانوں اور لہروں سے ٹکرا کر، ظلم وستم کو برداشت کر کے، ''مشن ومقصد'' کے لئے مسلسل جدو جہد اور اس پر استقامت کے بعد آتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی کا مطالعہ کرلیں، مدنی زندگی کے ابتدائی چند سالوں پر باریک نگاہ ڈالیں، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے، آپ کو اور آپ کے اصحاب کو قتل کرنے کی سازشیں رچی گئیں، ان سب کے باوجود آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے قدم مبارک میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی اور برابر ابتلاء وآزمائش کی ان پُر خار وادیوں میں جمے رہے ہیں، عہدہ ومنصب اور بادشاہت کی پیشکش بھی آپ کو اپنے مشن سے روک نہ سکی، آپ ﷺ اپنے مشن کی کامیابی کے لئے مسلسل تئیس برس تک جدو جہد کرتے رہے، پھر تاریخ انسانی نے وہ دن بھی دیکھا کہ مکہ کی وادیوں سے صدائے توحید بلند کرنے والا ایک رسول اور اس کے چند اصحاب نے جزیرۃ العرب میں ایک ایسا عظیم الشان انقلاب برپا کردیا جس کی نظیر تاریخ اقوام پیش کرنے سے آج تک قاصر ہے، یہ سب ممکن ہوا مخلصانہ جدو جہد، اعلیٰ اخلاق، توکل علی اللہ، بےلوث وبےغرض قرآن وسنت کی اتباع، آخرت کی جواب دہی کے احساس، صبر وثبات اور استقامت واستقلال کی وجہ سے نہ کہ تلوار کی وجہ سے، جیسا کہ دشمنوں کا پروپیگنڈہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ ہے، خاص طور سے آپ

کی مکی زندگی کے احوال میں ہمارے لئے سبق ہے کہ اگر آج ہم نبی کریم ﷺ کے طور وطریقہ کو اپنا کر، ہندوستان کی موجودہ خوفناک صورتحال میں ایمان پر استقامت کے ساتھ، اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جدوجہد کریں، آپ کے مشن ''دعوت دین'' کی کامیابی کے لئے آپ ﷺ کے اخلاق کو اپنا کر، آپ کی سیرت کو اختیار کر کے جدوجہد کریں تو بیشک ''انقلاب'' آئے گا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ: **ھو الذی أرسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ.**

''وہی ذاتِ باری تعالیٰ جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر، تا کہ غالب کردے اسے کل کے کل دین پر۔''

ایک دوسری جگہ فرمایا کہ:

''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں، جب کہ اللہ اپنے نور کو لازما مکمل فرما کر رہے گا، خواہ یہ ان کافروں کو کتنا نا گوار ہو۔''

آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد بہ تمام و کمال اس وقت پورا ہوگا، جب عالم انسانی یعنی کل روئے زمین پر آپ ﷺ کے دین کا حتمی غلبہ ہو جائے، علامہ اقبال نے مذکورہ آیات کی کیا خوب ترجمانی کی ہے:

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

(علامہ اقبال)

❁ ❁ ❁ ❁

معاشرتی دباؤ کے برے اثرات

مفتی وصی الرحمٰن قاسمی محمد آبادی

یہ ہمارا معاشرہ جس میں ہم اور آپ رہتے سہتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں، کسی کی غمی اور خوشی میں شریک ہوتے ہیں، رشتہ داریوں سے منسلک ہیں، دوست واحباب سے مختلط، پدری، مادری، سسرالی بندھنوں میں بندھے ہوئے ہیں، ان تمام میں بہت سارے تصورات وخیالات پروان چڑھے ہوئے ہیں، اور ان مواقع پر ہمارا نظریہ صرف اور صرف یہ ہوتا ہے کہ معاشرہ میں کیا چل رہا ہے اور لوگ کیا چاہتے ہیں؟ ان کی خوشنودی اور واہ واہی کیسے حاصل ہوگی؟ اس کے لیے کبھی ماں اپنی اولاد پر دباؤ ڈال کر رسومات پر عمل کے لیے کہتی ہے، تو کبھی باپ ان کو اپنانے کے لیے زور ڈالتے ہیں، اگر بیٹا، بیٹی چاہتے ہیں کہ ہمیں یہ غمی اور خوشی اللہ ہی کی طرف سے ملی، اس وجہ سے ان میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام کے نقش قدم کو ہی اختیار کرنا چاہئے اور اسلام کی منشأ کے مطابق ان لمحات کو گذارنا چاہئے تو ماں، باپ کی بے جا ناراضگی اور خفگی، دباؤ کا شکار ہو کر راہِ اسلام پر عمل سے رہ جاتا ہے، اور بسا اوقات اس کے برعکس بھی صورت پیش آتی ہے کہ والدین سادگی چاہتے ہیں اور ان کا خیال اس طرف ہوتا ہے کہ شرعی ضابطے کو اور اسلامی قانون کی پاسداری کا یہ حسین موقع جو عطا کیا گیا ہے، اس کو کیوں گنوایا جائے؟

لیکن بیٹے، بیٹیاں روڑے بن کر سامنے آجاتے ہیں اور دباؤ میں والدین معاشرہ کی چلن کے مطابق ان کو کر گذرتے ہیں، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک دوست دوسرے دوست کے دباؤ میں صحیح طریقے پر عمل آوری سے رہ جاتا ہے، لیکن ذہن میں

ایک سوال گردش کرتا ہے کہ کیا یہ عذر ہے؟ کیا یہ کہنا کافی ہے کہ کیا کریں، ماں باپ، آل واولاد، دوست واحباب، رشتے ناطے، اور معاشرہ کے لوگوں کی وجہ سے کرنا ہی پڑتا ہے؟

حد تو یہ ہے جہاں یہ مزاج عوام کا ہے وہیں خواص بھی عوامی ڈیمانڈ کا رونا روکر انھیں کے مطابق سارے کام انجام دے رہے ہیں، اور اس پر خوشی کا اظہار بھی کیا جاتا ہے، اور وہ کام اچھا بھی لگتا ہے، اور برے ہونے تک کا خیال نہیں رہتا ہے اور روک، ٹوک کرنے والے کو بے وقوف، نادان اور قدامت پسند تک کہا جاتا ہے، اس طرح کے عمل کی بربادی پر قرآن پاک کی یہ آیت پڑھیں اور دیکھیں کہ اللہ نے فرمایا: ”الذین ضلّ سعیھم فی الحیاۃ الدنیا وھم یحسبون أنھم یحسنون صنعا.“ وہ لوگ جن کی کوشش وعمل دنیا میں برباد ہو چکی ہے اور اپنے نزدیک سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے بڑا اچھا کام کیا ہے۔ (سورۂ کہف: ۱۰۴)

جب انسان کو برے کام کی برائی نظر نہ آئے اور وہ عمل اس کی نگاہ میں اچھا لگنے لگے تو اس کی تباہی وبربادی میں کوئی شبہ نہیں، کیوں کہ ایسا شخص اپنے کئے پر غور نہیں کرتا بلکہ نفس کی خواہشات میں گھر جاتا ہے، اور وہی اس کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے اور اس کو درستگی کی رسائی نہیں ہوتی۔

ہمارے مدنظر کیا ہونا چاہئے؟

اپنی سماجی، معاشرتی، گھریلو زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے ہماری تگ ودو، اور کوشش اس مطمح نظر سے ہونی چاہئے کہ جو آج موقع میسر ہے اس میں اللہ اور اس کے رسول کو کیسے راضی کیا جائے، اور اس کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے یہ کام اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے مطابق ہو جائے، اور صحابہ کے نقش قدم سے ملتا جلتا ہو جائے، قرآن پاک میں ہے: ”یحلفون باللہ لکم لیرضوکم واللہ

ورسوله أحق أن يرضوه إن كانوا مؤمنين.'' (سورة التوبة، آيت:۶۲)

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنا ضروری ہے، یہی ایمان والوں کی پہچان ہے، یہی فکر ہم کو نجات دلاسکتی ہے، اس سے انسان کسی کے دباؤ میں نہیں آتا اور خلاف شرع کاموں سے بچ جاتا ہے۔

القول العزیز میں ہے:

''سب سے بڑی نیکی شریعت مقدسہ کو ترویج دینے کی کوشش کرنے اور اس کے کسی حکم کو زندہ کرنے میں ہے، خاص کر جس زمانے میں شعائر اسلام مٹتے چلے جارہے ہوں۔''

آج حالات تو ایسے ہی ہیں کہ ہم مسلمان اپنی پہچان کھوتے جارہے ہیں اور بہت سے شرعی احکام وطریقے کو لوگوں کا منھ دیکھ کر ترک کرتے چلے جارہے ہیں، حال یہ ہے کہ بہت سے لوگ کسی کے اتباع اور اقتدا، کا معیار لوگوں کی بھیڑ بنالیتے ہیں، جس طرف بھیڑ اور اکثریت ہوتی ہے اسی طرف ہولیتے ہیں اور اسی کو صحیح اور درست قرار دیتے ہیں، دوسرے جو حق پر اور درستگی پر ہیں، ان کی طرف تعداد کی کمی ہے، ان کو غلط اور ناقابل اتباع تصور کرلیتے ہیں، حالاں کہ یہ معیار اور پیمانہ صحیح اور غلط کا نہیں۔

بلکہ انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو ہمیشہ دنیا میں اکثریت بے وقوفوں کم عقلوں، اور بدعملوں کی رہی ہے، اس لیے بھیڑ اور اکثریت کو اچھے، برے کا معیار بنا کر اسی طرف اپنی زندگی کا رخ کرنا صحیح نہیں ہے، اور اسی اکثریت کے دباؤ میں زندگی گذارنا نتائج وانجام کے لحاظ سے تباہ کن ہے۔

عموماً آج معاشرہ کی چال، چلن، عوام الناس، سرکردہ لوگوں، اور آباء واجداد کی بے جا تقلید کے دباؤ میں بہت سے برے کاموں اور رسومات کو وجہ جواز کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، جب کہ اس سلسلے میں صاف طور پر قرآن پاک کی ہدایت ورہنمائی موجود ہے:

''يا أيها الذين آمنوا عليكم أنفسكم لا يضركم من ضل إذا

اهتديتم إلى الله مرجعكم جميعاً فينبئكم بما كنتم تعملون."

اے ایمان والو! تم اپنی اصلاح کی فکر کرو، جب تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں، اللہ ہی کے پاس تم کو جانا ہے، پھر وہ تم کو بتلا دیں گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ (سورہ مائدہ: ۱۰۵)

معارف القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

> زمانۂ جاہلیت کی رسموں میں سے ایک رسم تقلید آباء بھی تھی، جس نے ان کو ہر برائی میں مبتلا اور ہر بھلائی سے محروم کر رکھا تھا، اور جب کوئی خوش نصیب حق بات مان کر مسلمان ہو جاتا تو اس کو یوں عار دلائی جاتی تھی کہ تم نے اپنے آباء واجداد کو بے وقوف ٹھہرایا، کہ ان کے طریق کو چھوڑ کر دوسرے طریق کو اختیار کر لیا، اس پر یہ آیت نازل فرما کر اللہ نے فرمایا کہ اے مسلمانو! تم جب دین پر چل رہے ہو تو ان کی گمراہی سے تم کو کوئی نقصان نہیں پہونچے گا، پس تم ہدایت کے راستے پر ڈٹے، جمے رہو، اگر چہ تمہاری اصلاحی سعی وکوشش کے باوجود وہ گمراہی پر رہیں تو ان کی گمراہی تم کو نقصان نہیں پہونچائے گی۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں یہ زریں حقیقت ارشاد فرمائی کہ دوسروں کی بدعملی، تمہاری بدعملی کے لیے وجہ جواز نہیں بن سکتی، تمہارا کام یہ ہے کہ تم اپنی خبر لو۔

اور قابل توجہ امر یہ ہے کہ ہم کم از کم اپنی ذات کی حد تک بداعمالیوں سے پرہیز کریں اور پورا زور اپنی اصلاح ودرستگی کی طرف ہو، جہاں تک گناہوں، بداعمالیوں، رسومات وبدعات اور خرافات سے فوراً بچ سکتے ہوں فوراً بچ جائیں، اور دوسروں کے تعلق سے بھی اصلاح کی کوششیں جاری رکھیں، اور صحیح کام، صحیح بات، صحیح خیالات وعقائد کو کسی کے دباؤ میں آ کر ترک نہ کریں۔

اگر ہم میں سے ہر ایک اس چیز کے لیے کمر بستہ ہو جائے تو معاشرہ پر اس کا

خاطر خواہ اثر مرتب ہوگا، کیوں کہ افراد ہی سے معاشرہ کا وجود ہوتا ہے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ ہر آدمی کا ایک دائرہ کار اور اثر ہوتا ہے، جس سے اس حلقہ اثر میں صحیح کام، صحیح نقطۂ نظر کا عمدہ نتیجہ برآمد ہوگا، اور شدہ شدہ فاسد خیالات ونظریات کا معاشرہ سے فقدان ہوجائے گا۔

❁ ❁ ❁ ❁

یہ ایمان ہی تو ہے

مولانا شاکر عمیر معروفی قاسمی مظاہری

یہ وہ نعمت عظمی ہے جس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، یہ وہ انعام خداوندی ہے جس کے مساوی کوئی انعام نہیں، یہ وہ دولت ہے جس کی تاثیر ابد الآباد تک باقی رہتی ہے، یہ وہ تحفہ ہے جو خاص بندوں کو عطا ہوتا ہے، یہ وہ بیش بہا قیمتی سرمایہ ہے جس کی بدولت ابدی راحتیں میسر ہوتی ہیں، دائمی نعمتیں ملتی ہیں، لازوال سکون نصیب ہوتا ہے، نہ ختم ہونے والی لذتیں دستیاب ہوتی ہیں، یہ ایمان ہی تو ہے جو تمام اعمال کی اساس ہے، یہ ایمان ہی تو ہے جس کے بغیر ہر عمل بے بنیاد ہے، یہ ایمان ہی تو ہے جو ہماری سیرابی کا اصلی سرچشمہ ہے، یہ ایمان ہی تو ہے جس کے نہ ہونے سے عمل کی حقیقت کچھ بھی نہیں رہتی، یہ ایمان ہی تو ہے جو ہمارے دلوں کا نور ہے، قلب کا سرور ہے، آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، یہ نہ ہو تو پوری زندگی تیرہ وتاریک ہے۔

کاروں اور بائکوں سے ہونے والے خطرناک حادثے

مولانا اظہار الحق بستوی قاسمی زید مجدہٗ

کاروں اور بائکوں سے ہونے والے حادثے معمول کی بات ہوکر رہ گئے ہیں، آئے دن یہ حادثے سماعت سے ٹکراتے ہیں اور دل دہلا کر گزر جاتے ہیں، یہ حادثے بسا اوقات اتنے شدید ہوتے ہیں کہ حادثے کا شکار ہونے والے جان سے ہاتھ دھو دیتے ہیں اور اپنے پیچھے رونے بلکنے والوں کا ایک جہان چھوڑ جاتے ہیں۔

کاروں اور بائکوں کے حادثے عموماً اوور اسپیڈنگ (بے قابو تیز رفتاری) کی وجہ سے ہوتے ہیں، کاروں کے حادثے بسا اوقات دیر رات سفر میں نیند کی جھپکی کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں، دیگر اسباب میں بریک فیل ہونا، کسی جانور کا آجانا، دوسرے کسی کا اچانک اپنی گاڑی لے کر بیچ میں آجانا وغیرہ ہیں۔

۳۰/اپریل ۲۰۱۴ کا دن میرے لیے انتہائی روح فرسا تھا؛ کیوں کہ اس دن میرے ہم گاؤں رفیق درس حافظ وقاری عبید الرحمٰن کا سڑک حادثے میں اٹاوہ میں انتقال ہوگیا تھا، میرے دوست کی بائک کو بولیرو/اسکارپیو نے اس زور کی ضرب لگائی کہ اعضاء جسد ٹکڑوں میں بٹ گئے، یہ غم ہمارا گاؤں اب تک نہیں بھول سکا ہے، ۲۰۱۸ء میں جب میں پہلی بار اٹاوہ آیا تو موت کا وہ حادثہ سطح ذہن پر نمودار ہوگیا تھا اور میری قلبی حالت غیر ہوگئی تھی۔

تھوڑے دنوں قبل مولانا غفران صاحب ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء نیز مولانا حشمت اللہ ندوی کی وفات کا سانحہ بھی اسی طرح کا تھا۔

ابھی چند ماہ قبل اٹاوہ میں ہمارے محلے کا ایک نوخیز غیر مسلم لڑکا اپنے بارہ ساتھیوں کے ساتھ سیفئی روڈ پر ایکسیڈینٹ کا شکار ہوکر وفات پا گیا تھا، جس کے گھر والوں کی حالت دیکھ کر ترس آ رہا تھا، چند ہفتے قبل اعظم گڑھ کے ایک عالم دین بھی اسی طرح کار حادثے کی وجہ سے وفات پا گئے، کل ہی مرکز المعارف ممبئی کے ایک فیض یافتہ مولانا جمیل اختر صاحب بھی سعودی میں ایکسیڈنٹ میں انتقال کر گئے، آج بھارتی کرکٹر رشبھ پنت کی کار حادثے کی روداد بھی اسی طرح کی ہے۔

بھارت میں سڑک حادثوں کی شرح

ہندوستان ٹائمز انگریزی اخبار کے مطابق بھارت میں سال ۲۰۲۱ء میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد لوگ سڑک حادثوں میں مارے گئے، یہ شرح بڑی بڑی جنگ میں بھی مارے جانے والوں کی بنسبت کافی زیادہ ہے۔

دیگر معتبر ذرائع کے مطابق بھارت میں روزانہ ۱۲۱۴ سڑک حادثے واقع ہوتے ہیں جس میں ہر دن چار سو سے زائد لوگ مرتے ہیں، سڑک حادثوں میں پچیس فیصد حادثے بائکوں کے مرہون منت ہوتے ہیں۔

امریکا میں سب سے زیادہ سڑک حادثے ہوتے ہیں جب کہ ناروے میں سب سے کم، کیوں کہ وہاں ہر آدمی نظم وضبط کا خیال رکھتا ہے۔ جاپان دوسرے نمبر پر ہے اور ہمارے ملک کا نام تیسرے نمبر پر ہے، ہمارے ملک میں راجدھانی دہلی میں سب سے زیادہ سڑک حادثے واقع ہوتے ہیں۔

ہمارا کرنے کا کام

موت واقعتاً ایک اٹل حقیقت ہے، اسے جب آنا ہوگا تو آ کر رہے گی، لیکن ہم

سب محتاط رہنے کے پابند ہیں۔

موجودہ زمانے میں اچھی سڑکوں نے نقل وحمل کو بہت آسان کر دیا ہے، اس لیے اس سے استفادہ مفید اور آسان ہے، البتہ سیفٹی اور تحفظ کے اصولوں کے طور پر چند چیزیں پیش نظر رکھنی چاہئیں، کیوں کہ ع

حادثے چہرے کی پہچان بدل دیتے ہیں

(۱) اگر ہاتھ ڈرائیونگ میں بہت صاف نہیں ہے تو براہ کرم لمبے سفر میں یا لوگوں کو بٹھا کر ڈرائیونگ ٹسٹ نہ کریں۔

(۲) ڈرائیونگ میں اوور اسپیڈنگ سے بہر صورت گریز کریں، اسپیڈ ہائی وے پر بھی سو کے آس پاس سے زیادہ نہ رکھیں، عجلت میں آدمی زگ زیگ مارتا ہوا چلتا ہے جو بسا اوقات بہت خطرناک ثابت ہوتا ہے۔

(۳) لمبے روٹ پر اکیلے نہ نکلیں، رفیق سفر کے ہونے سے بات چیت کریں گے تو بشاشت باقی رہے گی۔

(۴) دیر رات ڈرائیونگ ہرگز نہ کریں، اس میں نیند کا خطرہ غالب رہتا ہے۔

(۵) بہت زیادہ دور کا سفر مثلاً ہزار کلومیٹر وغیرہ کا سفر کار سے کرنے سے گریز کریں۔

(٦) سفر میں نکلنے سے قبل گاڑی کی ہوا اور ٹائر کی حالت چیک کر لیں اور سروسنگ وغیرہ کرا کے رکھیں۔

(۷) بائک بھی ہلکی رفتار میں چلائیں، بائک کو لوگ جان لیوا جانتے اور مانتے ہیں، مگر پھر بھی بھگاتے رہتے ہیں، زندگی انمول ہے اس کے تحفظ کی بھرپور کوشش کریں۔

(۸) ہمیشہ نکلتے ہوئے مسنون دعاؤں کا خاص اہتمام کریں۔

❁ ❁ ❁ ❁

زندگی نام ہے آزمائش کا

ارشد جمال عمار قاسمی کوپا گنج /مئو

زندگی ایک ایسی کشتی ہے جو سمندر کی نذر ہے، کبھی تو یہ ہمیں طوفان سے رزم آرا کراتی ہے، اور احساس دلاتی ہے کہ بس اب جتنی زندگی ہے اسی مصیبت میں گزر جانی ہے، سوائے ہمیں غرقاب ہونے کے کوئی اور چارہ کار بھی نہیں، اور دل بھی اس مزاحمت سے ہار کر اپنا پاؤں پسار دیتا ہے، لیکن چند ہی لمحے بعد جب کشتی ہمیں اس طوفان سے نکالتی ہے تب ہم سکون کا سانس لیتے ہیں، اور خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ لیکن تشکر و امتنان کے بعد ہی پتا چل جاتا ہے کہ ہم آسمان سے گرے تو ضرور ہیں لیکن کھجور میں آ کر اٹک گئے ہیں، پھر ہمیں یاد آتا ہے کہ ہم نے تو دوران طوفان کشتی میں موجود سارے سامان سمندر میں پھینک دیئے۔

کیوں کہ انسان جب ڈوبتا ہے تو اسے تنکہ بھی سہارا لگنے لگتا ہے، اور کشتی جب ڈوبتی ہے تو جسم کا لباس اور جیب کا مال بھی بوجھ لگنے لگتے ہیں، اس مثال کو وہ لوگ کما حقہ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے صحراؤں کی شعبدہ بازیوں کو دیکھا اور پڑھا ہے، کہ جب انسان صحرا میں بھٹک جاتا ہے اور اس کے پاس کھانے پینے کے سب سامان ختم ہو جاتے ہیں، اور وہ بھوک اور پیاس سے نڈھال اور تھکن سے بے حال ہو جاتا ہے تو اس کو ہر چیز بوجھ لگنے لگتی ہے، ایک ایک کر کے سب سامان پھینکتا چلا جاتا ہے، حتی کہ جسم سے ایک ایک لباس اتار پھینکتا ہے اور ننگا صحراؤں میں دوڑتا ہے، ایسے ہی کشتی جب ڈوبتی ہے تو مسافر سب سامان سمندر میں ڈال دیتے ہیں، تا کہ کشتی کا بوجھ کم ہو، اگر کشتی

بچ جاتی ہے تو اس سے بڑی مصیبت سامنے ہوتی ہے، ایسے ہی ہم جب کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں تو اس کو آخری مان لیتے ہیں اور جینے کی امید چھوڑ دیتے ہیں، پھر جب اس مصیبت سے نکلتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ ہم نے تو پیچھے بہت سے رشتوں اور دوستوں کو چھوڑ دیا، بہت سے خواب خاک ہو گئے۔

ایسے ہی کبھی ہم یہ سوچتے ہیں کہ اگر یہ کام ہو گیا تو میں خوش ہو جاؤں گا، یا خوش رہنے لگوں گا، یا میری زندگی سے دکھ درد ختم ہو جائے گا، تو یقین جانیں ایسا بالکل بھی نہیں، وہ مقصد یا وہ چیز حاصل بھی ہو جائے تو چند دن ہی ایسا گزرے گا جسے سکون اور مسرت کا نام دے سکتے ہیں، بعد ازاں پھر وہی غم واندوہ، اذیت والم آکر زندگی سے چمٹ جائیں گے، اس لئے یہ بات ہی ذہن سے نکال دینی چاہیے کہ یہ چھوڑ دو تو ذہن سے الجھن، ٹینشن سب رفو ہو جائیں گے، یہ کر لو تو مسرت دائمی ہوگی، اس لئے زندگی میں جو دکھ ہے اس کے ساتھ جینا سیکھیں، جو تکلیف ہے اس سے رزم آرائی کرتے ہوئے جیئیں، کیوں کہ غم کا مداوا موت کا بلاوا آنے پر ہی ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

حافظ احسن جمال 8090546228 — جناب نواز قدیر 6306776722

حذیفہ کلاتھ ہاؤس

کرتا و پائجامہ کے فینسی کپڑوں کا واحد مرکز

نزد جامع مسجد، رسول پور، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ

HOZAIFA CLOTH HOUSE

Near Jama Masjid, Rasoolpur, Mubarakpur, Azamgarh

H. Ahsan Jamal 8090546228 — Nawaz Qadeer 6306776722

فتنوں کا ظہور اور اہل ایمان کی ذمہ داریاں

مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی

برساتی کیڑے مکوڑوں کی طرح ظاہر ہونے والے فتنے اس زمانے میں جس تیزی سے ظاہر ہورہے ہیں اور اپنی فکر ونظر کو عام کرتے ہوئے سادہ لوح اور بھولے بھالے مسلمانوں کو متأثر کررہے ہیں، اِن فتنوں سے عام مسلمانوں کو بھی ہوشیار رہنے اور اپنے عقائد ونظریات کے تحفظ اور ایمان کی حفاظت کے لیے ہمہ آن بیدار رہنے کی سخت ضرورت ہے۔

نت نئے فتنوں کا ظاہر ہونا علامات قیامت میں سے بھی ہے اور یہ اہل ایمان کی آزمائش کا بھی ایک ذریعہ ہیں، گرچہ ہر دَور میں ایمانیات پر حملہ آور ہونے والے اِن فتنوں کی بیخ کنی کی گئی اور اہل حق نے حق وصداقت کے پرچم لہرائے، اور مسلمانوں کے ایمان اور عقائد ونظریات کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا اور اُن فتنوں کی سرکوبی کے لیے ہر دَور میں اللہ تعالیٰ نے ایسے زندہ دل افراد کو کھڑا کیا ہے، جنھوں نے اِحقاقِ حق واِبطال باطل کے لیے قربانیوں کی تاریخ رقم کردی اور سچ تو یہ ہے کہ دین کی پوری تاریخ ہی قربانیوں سے بھری ہے۔

جوں جوں زمانہ قیامت سے قریب ہوتا جائے گا، فتنے اتنی ہی تیزی سے نمودار ہوں گے اور اُن سارے فتنوں کا نشانہ صرف ''اہل ایمان'' ہوں گے، ان فتنوں کا قلع قمع کرنا، اُن کا مقابلہ کرنا اور اہل ایمان کو ان فتنوں سے بچانا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، دین کی اِس خدمت میں جس کو اللہ قبول کرلے، وہ بڑا خوش نصیب ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

تعارف و تبصرہ

حبیب الاعظمی ابراہیم پوری کی دو قابل قدر تصنیف

مولانا اسامہ ارشاد معروفی قاسمی

مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی فاضل دیوبند نوجوان عالم دین ہیں، موصوف دیار شبلی ضلع اعظم گڑھ کے ایک معروف قریہ ابراہیم پور سے تعلق رکھتے ہیں، ۲۰۰۹ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد مختلف مدارس میں تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا، فی الحال جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور شعبۂ نسواں میں تدریس سے منسلک ہیں، مولانا موصوف کو تاریخ وسوانح اور شعر وادب سے خصوصی لگاؤ ہے، اچھی شاعری بھی کرتے ہیں، ان کی اب تک کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جن میں ''تذکرہ مولانا مفتی محمد یاسین مبارک پوریؒ، تذکرہ مولانا محمد منیر اعظمیؒ، تذکرہ مولانا عبدالکریم اعظمی، مولانا رحمت اللہ اعظمی - حیات وخدمات، مولانا انعام الحق قاسمی مدنی - حیات وخدمات''، ''باران رحمت'' (نعتیہ مجموعہ) اور تقریر کے مجموعے ''آسان دینی تقریریں، فیضان خطابت'' وغیرہ شامل ہیں، ابھی متعدد کتابیں اشاعت کی منتظر ہیں۔

زیر تعارف کتاب ''تذکرہ مولانا محمد منیر اعظمی ابراہیم پوری'' مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی کی قابل قدر تصنیف ہے، مولانا محمد منیر الاعظمی (متوفی ۱۹۷۲ء) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے تربیت یافتہ مرید اور حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ فتح پوریؒ کے تلمیذ رشید وخلیفہ مجاز تھے، مولانا منیر الاعظمیؒ نے درس وتدریس کے ذریعہ قوم میں ایسے باکمال افراد پیدا کئے جو الحمدللہ آج مختلف مدارس میں

دینی وتدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، مولانا موصوف ہمیشہ مذہب وملت اور قوم کے نونہالوں کے لیے فکرمند رہتے تھے اوراسی جذبہ کے تحت انھوں نے اپنے قصبہ ابراہیم پور میں ''مدرسہ عربیہ فیض العلوم'' قائم کیا، جو الحمد للہ دین وملت کی بہترین خدمات انجام دے رہا ہے، مولانا ایک جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے نثر نگار تھے، اگرچہ انھوں نے تصنیف وتالیف کا مشغلہ اختیار نہیں کیا، لیکن انھوں نے بہت سے دینی وعلمی مضامین قلم بند کئے، صاحب تذکرہ کے متعلق مصنف اپنے ''پیش لفظ'' میں لکھتے ہیں:

> ''محی السنہ حضرت مولانا محمد منیر صاحب اعظمی ابراہیم پوری رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک عالم دین، مدرس ومنتظم اورقومی وسماجی رہنما ہی نہیں، اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، گوناگوں خصوصیات وکمالات کے ساتھ آپ کی ہستی ایسی عظیم ہے کہ عظمت وسربلندی آپ کی سرخ روئی پر رشک کرتی ہے، اس روئے زمین پر کچھ ایسے افراد بھی ہوئے ہیں، جوتنہا ہوتے ہوئے بھی وہ عظیم کارہائے نمایاں انجام دے گئے جوکئی لوگوں کے لیے الگ الگ کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔(ص۱۵)

زیر تذکرہ کتاب مولانا محمد منیر اعظمی ابراہیم پوریؒ کے حالات وخدمات، ان کے مکتوبات ومقالات اور فقہی سوالات پر مشتمل ہے،'حالات وخدمات'' کے تحت صاحب تذکرہ کا خاندانی وتعلیمی پس منظر، ان کی دینی وعلمی، قومی وملی خدمات اورزریں کارناموں کی تفصیلات کے ساتھ ان کے تجربات ومشاہدات کو بڑی عمدگی اور مستند طریقے سے پرویا گیا ہے، جسے پڑھ کر مولانا کی شخصیت کا معترف ہونا پڑتا ہے۔ ''مکتوبات'' کے تحت حضرت مصلح الامت شاہ وصی اللہ فتح پوریؒ کے نام مولانا منیر اعظمیؒ کے ۱۰ا رخطوط کو شامل کیا گیا ہے، جن میں اکثر خطوط طویل ہیں، ان میں بعض خطوط کے جوابات بھی نقل کئے گئے ہیں، خطوط کے مطالعہ سے مولانا موصوف کا حضرت مصلح الامت سے عشق کی حدتک محبت، اصلاح کا جذبہ اور گہری وابستگی کا بخوبی اندازہ ہوتا

ہے، اگر مقالات کی بات کی جائے تو ۵؍طویل دینی وعلمی اور اصلاحی مقالات شامل ہیں جن پر علمیت کا غلبہ نظر آتا ہے، کتاب کے آخری حصہ میں فقہی سوالات واستفتار میں مفتیان دارالعلوم دیوبند کی طرف رجوع کیا گیا ہے اور بعض میں مولانا مفتی محمد یٰسین مبارک پوریؒ کی طرف، الغرض کتاب کے مجموعی مطالعہ سے مولانا کی پروقار شخصیت، علمی جلالت، بزرگی اور خدمت خلق کا جذبہ واضح اور روشن ہوتا ہے۔

کتاب کے مصنف مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی مبارک باد کے مستحق ہیں جنھوں نے مولانا کی وفات کے نصف صدی بعد اس کتاب کو بہتر انداز میں مرتب کر کے شائع کیا، کتاب کی زبان سادہ وسلیس اور رواں دواں ہے، تحریر میں مصنف کی سنجیدگی کا اظہار ملتا ہے، آغاز میں موصوف کا ''پیش لفظ'' بھی جامع اور معلوماتی ہے، کتاب ۱۹۲ صفحات پر مشتمل ہے، قیمت ۳۰۰؍روپئے، اشاعت ۲۰۲۲ء۔

❁ ❁ ❁ ❁

''تذکرۂ فقیہ العصر، مولانا مفتی محمد یٰسین مبارک پوریؒ'' مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی ابراہیم پور کی مرتب کردہ کتاب ہے، مفتی محمد یٰسین مبارک پوری (سابق مفتی وصدر المدرسین جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور اعظم گڑھ) کی شخصیت اہل علم ودانش میں محتاج تعارف نہیں ہے، انھوں نے اپنی پوری زندگی درس وتدریس اور فتوی نویسی میں گزار دی، ان کے فتاوی کا مجموعہ ''فتاویٰ احیاء العلوم'' فتاویٰ کی مشہور ومعروف کتابوں میں سند کی حیثیت رکھتا ہے، مرتب کتاب ''ابتدائیہ'' میں مفتی صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''حضرت اقدس مولانا مفتی محمد یٰسین صاحبؒ کی عظمت شان، ان کے علمی مقام ومرتبہ اور ان کی فقہی خدمات سے بھلا کون ناواقف ہوگا، جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور کی مسند درس اور مسند افتاء پر برسوں تک فائز ہونے والا وقت کا یہ عظیم عالم دین اتنا زبردست فقیہ اور مفتی تھا کہ ان کے معاصرین اہل علم بھی ان کی عظمت وبرتری کے قائل تھے، اور ان کی فقیہانہ

شان کے معترف تھے، ہندوستان کے دینی مدارس کے مفتیانِ کرام وعلماء عظام آپ کی فقہی آراء کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور آپ کے قلم سے لکھے گئے فتاویٰ کو ہر جگہ قدر کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، حتیٰ کہ بعض ایسے واقعات بھی ہیں کہ مفتی یٰسین صاحب کے فتویٰ کو دیکھ کر بعض اہل علم نے اپنے فتاویٰ سے رجوع کیا، یہ حضرت مفتی صاحب کے کمالاتِ علمیہ کی واضح دلیل ہے۔‘‘ (ص ۱۱)

حبیب الاعظمی کی کتاب (تذکرۂ فقیہ العصر مفتی محمد یٰسین مبارک پوریؒ) مفتی صاحبؒ کی شخصیت اور فکر وفن پر مشتمل مختلف اہل علم ودانش کے مقالات ومضامین کا مجموعہ ہے، جن کی تعداد اٹھارہ ہے، مقالہ نگاروں میں مولانا زین العابدین اعظمی معروفی، مولانا محمد عثمان ساحر مبارکپوری، مولانا اعجاز احمد اعظمی، مولانا محمد عثمان معروفی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا عمر سیفی الاعظمی، مفتی محمد صادق مبارک پوری، مفتی محمد یاسر مبارک پوری، مولانا فرحت افتخار قاسمی، ڈاکٹر اشتیاق احمد اعظمی، مولانا فضیل احمد ناصری، مولانا محفوظ الرحمٰن قاسمی کے علاوہ خود مرتب کتاب مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کے تین مقالات شامل ہیں، یہ سبھی مقالات ومضامین مفتی محمد یٰسین مبارک پوریؒ کے حالات زندگی، دینی وعلمی، فقہی بصیرت اور تدریسی خدمات کا بھرپور احاطہ کررہے ہیں، مقالات کے علاوہ اس کتاب میں مولانا محمد عثمان معروفی، مولانا عبدالرؤف منصف مبارکپوری، مولانا محمود الحسن قاسمی اور مولانا محمد عثمان ساحر مبارک پوری کے منظوم تاثرات کو بھی جگہ دی گئی ہے، کتاب کے آغاز میں محدث جلیل ابوالمآثر مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ، مولانا محمد منظور نعمانیؒ، مولانا نصیر احمد خان بلندشہریؒ اور مفتی نظام الدین اعظمیؒ کے ان تاثرات کو بھی شامل کردیا گیا ہے جو ان شخصیات نے مفتی صاحبؒ کے ’’فتاویٰ احیاء العلوم‘‘ پر لکھے۔

بہرحال کتاب ہر لحاظ سے بہتر اور عمدہ طباعت سے مزین ہے۔ ۱۶۰؍صفحات پر مشتمل ہے۔ اشاعت فروری ۲۰۲۲ء۔